"پریشاں نظری"

(جناب فضا ابن فیضی)

کیسے کہدوں کہ غمِ بے بصری نے مارا
مجھ کو اس دور کی بالغ نظری نے مارا

کوئی شکوہ نہیں تجھ سے اے خمِ گیسوئے دوست
مجھ کو خود میری پریشاں نظری نے مارا

نکہتِ زلفِ پریشاں کا ملا کچھ نہ سُراغ
سر بسر موجِ نسیمِ سحری نے مارا

چل سکے چار قدم بھی تو نہ میرے ہمراہ
رہ نوردوں کو مری ہمسفری نے مارا

تو مرے پاس سہی تجھ سے مگر دور رہوں میں
دیکھ! ایسا کے کہاں بے خبری نے مارا

یہ اگر سچ ہے کہ ہم سے نہ اُٹھی تہمتِ زیست
یہ بھی سچ ہے کہ تری چارہ گری نے مارا

کھائے جاتی ہے مجھے تو خلشِ دیدہ وری
حیف ہے جن کو غمِ بے ہنری نے مارا

اب کسے بھولتی ہے یہ روشِ چشمِ کرم
زہر دے کر تری شیریں نظری نے مارا

اجنبی سا ہوں خود اپنی ہی نگاہوں میں فضاؔ
حُسن کی خوئے گریزاں نظری نے مارا

غزل

(جناب سعادت نظیرؔ — ایم۔اے)

چمن آرائیِ وحشت کے یہ ساماں ہوں گے
تیرے دیوانوں کے دامن میں گریباں ہوں گے

رونقِ بزمِ محبت نہ کبھی کم ہو گی
بڑھ کے یہ داغِ جگر شمعِ فروزاں ہوں گے

یہ وہ منزل ہے، جہاں موت کو آجاتی ہے موت
وہ جئیں گے جو رہِ عشق میں بے جاں ہوں گے

"طور" پر رہ گیا ہنگامہ سا ہو کر لیکن
تم نقاب اٹھو گے جب حشر کے ساماں ہوں گے

ہم تو ہنستے ہیں چھپانے کے لئے زخمِ جگر
اور بے درد سمجھتے ہیں کہ شاداں ہوں گے

یاد جب آئے گی رُوداد وفا اُن کو نظیرؔ
کیا ہی وہ اپنی جفاؤں پہ پشیماں ہوں گے